Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 29, 2025

Intellectual and Historical Development of Criticism in Urdu Fiction: In the" Perspective of Selected Critics"

اردو فکشن میں تنقید کا فکری و تاریخی ارتقا: منتخب ناقدین کے تناظر میں

[1]Saif -Ul- Qasim
MPhil Urdu, ISP Multan
Email: saifulqasim43@gmail.com

[2]Muhammad Ahmad Khan
MPhil Urdu Scholar, Ghazi University, Dera Ghazi Khan
Email: ahmadkhanlound7@gmail.com

[3] Dr. Ayaz Ahmad Rind
Department of Saraiki, Ghazi University, Dera Ghazi Khan
Email: ayazahmadayaz00@gmail.com

Abstract
This study examines the intellectual and historical development of criticism in Urdu fiction through the perspectives of selected critics who played a decisive role in shaping critical thought in Urdu literature. Urdu fiction has not evolved merely as a narrative form; rather, its growth has been deeply influenced by critical discourse that analyzed its themes, techniques, aesthetics, and ideological foundations. The research highlights how critics such as Muhammad Hasan Askari, Aal-e-Ahmad Saroor, Mumtaz Shirin, Gopi Chand Narang, Wazir Agha, Saleem Ahmed, Khurshid-ul-Islam, Jameel Jalibi, Shamsur Rahman Faruqi, Hamid Hasan Qadri, contributed to the formation and transformation of Urdu fiction criticism. The study traces the historical shifts from impressionistic and traditional criticism to modern, theoretical, stylistic, and ideological approaches. It also explores the impact of movements such as Progressivism, Modernism, and Post-Modern tendencies on critical thought. By analyzing these critics' methodologies and intellectual orientations, the paper demonstrates how Urdu fiction criticism moved beyond moralistic or narrative evaluation toward deeper philosophical, aesthetic, and structural interpretations. The research concludes that the diversity of critical perspectives enriched Urdu fiction and provided a solid intellectual framework for understanding its artistic and cultural significance across different literary periods.

Keywords: Urdu Fiction, Literary Criticism, Intellectual Development, Historical Evolution, Selected Critics, Critical Traditions, Literary Movements

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 29, 2025

تمہید:

اردو فکشن کی تنقیدی روایت میں نامور ناقدین کی حیثیت نہایت بنیادی اور فیصلہ کن رہی ہے۔ ان اربابِ نظر نے نہ صرف فکشن کے فنی محاسن اور اس کی باطنی ساخت کو سمجھنے میں رہنمائی فراہم کی بلکہ اس صنف کے ارتقائی سفر کی سمت بھی متعین کی۔ ان کی تنقیدی کاوشوں کے طفیل فکشن نگاروں کی تخلیقات محض پسند و ناپسند کے پیمانے پر نہیں بلکہ باقاعدہ ادبی و فکری معیار پر پرکھی جانے لگیں۔ یہی وہ ناقدین ہیں جنہوں نے اردو فکشن کی صنف کو فکری بالیدگی عطا کی اور موضوعات، اسلوبِ بیان، کردار آفرینی اور فنی ہئیت کے باب میں اپنے گراں قدر خیالات پیش کیے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر عبادت بریلوی کی تنقیدی تحریریں خصوصی اہمیت رکھتی ہیں، جن میں انہوں نے اردو فکشن کی ترقی اور اس کے تنقیدی شعور پر نہایت باریک بینی اور گہرے فہم کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ اسی طرح شمس الرحمن فاروقی نے جدید اردو فکشن کی تنقید میں نئے فکری دریچے وا کیے اور فکشن کے اصول و ضوابط کو ایک تازہ زاویۂ نظر سے پرکھنے کی روایت قائم کی۔

فکشن کے مختلف ادوار اور اس سے وابستہ رجحانات کی تفہیم میں ان ناقدین کی تحریریں اس امر کی وضاحت کرتی ہیں کہ اردو فکشن کس طرح زمانہ بہ زمانہ تغیر و تبدل سے گزرتا رہا اور ان تبدیلیوں کے پسِ پشت کون سے فکری، سماجی اور تہذیبی محرکات کارفرما تھے۔ اردو فکشن کے ناقدین نے فکشن کو محض افسانوی بیانیہ تصور نہیں کیا بلکہ اس کے معنوی عمق، فکری تہ داری اور فلسفیانہ پہلوؤں کو بھی نمایاں کیا۔ ذیل میں اردو ادب کے چند اہم اور نمایاں فکشن نگاروں کا تحقیقی و تنقیدی تذکرہ پیش مطالعہ ہے:

1۔ محمد حسن عسکری

محمد حسن عسکری کا شمار اردو ادب کے اُن درخشاں ناموں میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی فکری گہرائی اور تنقیدی بصیرت کے ذریعے اردو فکشن اور تنقید دونوں کو نئی معنوی جہات عطا کیں۔ ان کی ادبی زندگی کا آغاز افسانہ نگاری سے ہوا۔ ان کا پہلا افسانہ **"کالج سے گھر تک"** سنہ 1939ء میں منظرِ عام پر آیا، جس سے ان کے تخلیقی جوہر کی ابتدائی جھلک نمایاں ہوئی۔ 1945ء تک وہ متعدد معیاری اور فکری اعتبار سے اہم افسانے تحریر کرتے رہے، تاہم اسی عرصے میں ان کا رجحان بتدریج تخلیق سے تنقید کی جانب منتقل ہونے لگا۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 29, 2025

1945ء کے بعد محمد حسن عسکری نے افسانہ نگاری کے مقابلے میں تنقیدی تحریروں کو اپنی فکری جولان گاہ بنایا اور اپنے وقیع مضامین کے ذریعے اہلِ ذوق کی توجہ کا مرکز بن گئے۔ اس زمانے میں دہلی کے معروف ماہنامہ **"ساقی "** میں ان کا کالم **"جھلکیاں "** شائع ہوا، جس نے ان کی ادبی وقعت اور فکری شناخت کو مزید استحکام بخشا۔ ان تحریروں میں ان کی زبان کی شستگی، فکر کی گہرائی اور تہذیبی شعور پوری آب وتاب کے ساتھ جلوہ گر ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد 1947ء میں ہجرت کر کے عسکری پاکستان آ گئے اور لاہور کو اپنا مسکن بنایا۔ یہاں انہوں نے **مکتبۂ جدید** کے لیے متعدد اہم تراجم انجام دیے، جن سے اردو زبان وادب کو وقیع سرمایۂ علم حاصل ہوا۔ اسی دوران انہوں نے سعادت حسن منٹو کے اشتراک سے **"اردو ادب "** کے نام سے ایک ادبی رسالہ جاری کیا، اگرچہ یہ مجلہ صرف دو شماروں تک محدود رہا، تاہم اپنی فکری جرأت اور ادبی وقار کے باعث نمایاں اہمیت کا حامل ٹھہرا۔ محمد حسن عسکری کی فکری عظمت اور لسانی مہارت کا اعتراف سلیم احمد نے نہایت بلیغ انداز میں کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"حسن عسکری کو قدرت نے وہ زبانت اور فطانت عطا کی تھی جو محض چونکانے پر اکتفا نہیں کرتی بلکہ آدمی کو گہرائی سے بولنا سکھاتی ہے۔ ویسے حسن عسکری کو اپنی اس صلاحیت سے اسی طرح انکار تھا جس طرح اقبال کو اپنے شاعر ہونے سے۔ "(1)

محمد حسن عسکری اردو تنقید کے اُن راسخ اور مضبوط ستونوں میں شمار کیے جاتے ہیں جن پر جدید اردو تنقیدی روایت کی عمارت استوار نظر آتی ہے۔ بحیثیتِ نقاد ان کا مقام نہایت منفرد اور امتیازی ہے، اور تنقیدی مرتبے کے اعتبار سے ان کا شمار کلیم الدین احمد اور آلِ احمد سرور جیسے جلیل القدر ناقدین کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اردو ادب میں 1960ء کے بعد جس تحریک کو جدیدیت کے نام سے شناخت حاصل ہوئی، اس کی فکری اساس درحقیقت محمد حسن عسکری کی تحریروں ہی میں پیوست نظر آتی ہے۔ اگرچہ بعد ازاں شمس الرحمن فاروقی اور بعض دیگر ناقدین نے اس تحریک کو وسعت اور استحکام عطا کیا، تاہم جدیدیت کے ابتدائی مباحث، نظری تصورات اور فکری سوالات سب سے پہلے عسکری ہی کے تنقیدی مضامین میں پوری صراحت کے ساتھ جلوہ گر ہوتے ہیں۔ محمد حسن عسکری کے تنقیدی مضامین کا پہلا مجموعہ "انسان اور آدمی "سنہ 1953ء میں شائع ہوا، جس میں چودہ وقیع مضامین شامل ہیں۔ ان تحریروں میں ادبی ہیئت، فن برائے فن، مارکسی نظریات اور دیگر فکری مباحث پر نہایت سنجیدگی اور استدلال کے ساتھ گفتگو کی گئی ہے۔ ان کی دوسری اہم تصنیف "ستارہ یا بادبان 1963 "ء میں منظرِ عام پر آئی، جس میں اردو ادب کے فنی، جمالیاتی اور نظری مسائل کو گہرے فہم اور تنقیدی بصیرت کے ساتھ زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ ان کا تیسرا مجموعہ "وقت کی راگنی "شعریات اور فنی جمالیات کے موضوعات پر مرکوز ہے، اور بالخصوص مغربی ادب پر ان کی وسیع النظری اور عمیق آگاہی اردو تنقید میں انہیں ایک جداگانہ مقام عطا کرتی ہے۔ زندگی

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 29, 2025

کے آخری ایام میں محمد حسن عسکری نے جدیدیت اور مغربی فکری نظریات کا از سرِ نو تنقیدی محاسبہ کیا اور بتدریج اسلامی شعور اور روحانی فکر کی جانب رجوع کیا۔ اس فکری تغیر نے انہیں مولانا اشرف علی تھانوی اور محی الدین ابنِ عربی جیسے اکابرِ دین کی تعلیمات کی طرف مائل کر دیا۔ عسکری کی یہ نئی فکری سمت، کسی حد تک، ان کی سابقہ تنقیدی آرا سے فاصلہ اختیار کرنے اور بعض موقفوں سے دستبرداری کا اشاریہ بھی سمجھی جا سکتی ہے۔

محمد حسن عسکری کے فکری مقام اور تاریخی اہمیت کا اعتراف جیلانی کامران نے نہایت جامع اور بامعنی انداز میں کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"جدید اردو ادب کی فکری تاریخ میں محمد حسن عسکری کا مقام اس اعتبار سے مرکزی اور اہم ہے کہ انہوں نے اردو ادب کی فکری سمت نمائی کو بروقت محسوس کیا اور اس کی پہچان کے لیے ادبی رائے عامہ کو تیار کیا۔ ادب نے عصری تحریکوں کے زیرِ اثر جس فکری اندازِ نظر کو اختیار کیا، اس کے بارے میں اختلاف کی بے حد گنجائش ضرور ہے، اور یہ بھی کہنا غلط نہ ہو گا کہ اردو ادب کا اختیار کردہ یہ اندازِ نظر اپنے زمانے میں مفید نہ تھا۔"(2)

محمد حسن عسکری نہ صرف اپنے عہد کے فکری نباض تھے بلکہ اردو ادب کو نئے فکری امکانات سے روشناس کرانے میں بھی ان کا کردار بنیادی اور دیرپا رہا۔

2۔ آل احمد سرور:

جس دور میں ہمارے نقاد مختلف گروہوں میں بٹے ہوئے تھے اور ادب کو صرف محدود زاویوں سے پرکھنے کا رواج عام تھا، اُس وقت پروفیسر آل احمد سرور نے ادب کے فہم و ادراک میں وسعت اور گہرائی کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے اپنے تنقیدی مضامین کے ذریعے ادبی حلقوں میں یہ شعور اجاگر کیا کہ ادب کی جانچ کسی ایک نقطۂ نظر سے نہیں کی جا سکتی، بلکہ اسے متعدد زاویوں، متنوع نظریات اور گہرے ادراکی معیار کے تحت پرکھنا لازمی ہے۔ سرور صاحب اپنے عہد کے ممتاز اور معتبر نقادوں میں شمار ہوتے ہیں۔ موجودہ نسل کے ادبی ذوق کی تشکیل اور رہنمائی میں ان کے تنقیدی مضامین کا کردار بے حد اہم اور نمایاں ہے۔ اردو تنقید کے اس دور میں جب مختلف نظریات اور فلسفے ادب کی پیمائش کے معیارات بن چکے تھے، سرور نے ہر وقت آزادانہ فکر اور غیر جانبداری کو مقدم رکھا۔ وہ کسی بھی نظریاتی قید میں قاصر تنقید کو نقصان دہ سمجھتے تھے اور ادب کی فطری آزادی کو لازمی قرار دیتے تھے۔ ان کے نزدیک، جب کوئی نقاد کسی مخصوص فکر یا مکتبۂ فکر کا سخت پیروکار بن جائے، تو اس کی تنقید یک رخی ہو جاتی ہے اور باقی تمام راہیں بند ہو جاتی ہیں۔ یہ رویہ سرور صاحب قطعی پسند نہیں کرتے تھے اور ان کا عقیدہ تھا کہ ادب کا دائرہ بے حد وسیع اور ہمہ گیر ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 29, 2025

"ادب سیاسی، مذہبی اور اخلاقی اثرات سے ضرور متاثر ہوتا رہا ہے، لیکن یہ نہ مذہب کا خادم ہے، نہ سیاست کا علمبردار، اور نہ ہی اخلاقیات کا نائب، ادب کی عظمت اور حسن اس کی آزاد فطرت میں مضمر ہے، یہ محض معلومات فراہم نہیں کرتا بلکہ تاثرات، معرفت اور بصیرت عطا کرتا ہے، ادب ہمیں نئی بصیرتوں اور گہرے ادراک سے آشنا کرتا ہے۔(3)"

سرور صاحب کے نزدیک ادب کا حسن، اس کے گہرے تعلقات اور تخلیقی وسعت میں مضمر ہے، اور اس کا تعلق ہمیشہ سماج، فطرت اور انسانی تجربے سے جڑا رہتا ہے۔ وہ ادب کو نہ صرف ذہنی مشق یا علمی مشغولیت سمجھتے تھے، بلکہ اس میں جمالیاتی خوشبو، انسانی روح کی عکاسی اور فکر کی بلندی کو بھی لازمی تصور کرتے تھے۔ ادب اور فنون لطیفہ ہمیشہ تبدیلی کے سفر پر ہوتے ہیں، اور سماج میں رونما ہونے والے تغیرات کے ساتھ ادب کی پیمائش کے پیمانے بھی بدلتے رہتے ہیں۔ جب روس میں مزدور انقلاب کامیاب ہوا، تو عالمی ادب میں بھی انقلابی تبدیلیاں آئیں۔ اردو ادب میں ترقی پسند تحریک کا آغاز ہوا، جس نے رومانویت اور تاثریت کے خلاف ایک نئی تحریک شروع کی۔ آل احمد سرور نے اس تبدیلی کو وقت کی اہم ضرورت سمجھا اور اس کا خیر مقدم کیا۔ سرور صاحب نے ادب میں نظریے کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے اسے زندگی میں بصیرت کی مانند قرار دیا۔ ان کا ماننا تھا کہ اگرچہ ادب تخلیقی محنت کا نتیجہ ہوتا ہے، لیکن یہ سیاسی اور سماجی حالات سے کبھی بھی مکمل طور پر الگ نہیں رہ سکتا۔ ترقی پسند تحریک، جو بلاشبہ ایک اہم تحریک تھی، انتہا پسندی کا شکار ہو گئی۔ جب اس تحریک کے تحت تخلیق ہونے والا ادب اپنے بنیادی فن کی بجائے زیادہ تر پروپیگنڈہ کا رنگ اختیار کرنے لگا تو سرور صاحب اس سے مایوس ہو گئے۔ سرور صاحب نے اپنے مضامین میں بار بار اس بات پر تاکید کی کہ ادب کا اصل مقصد صرف اخلاقی تعلیم دینا نہیں ہے۔ ان کے نزدیک وہ شاعر یا ادیب جو فن کے تقاضوں اور ادبی معیاروں کی پاسداری نہیں کرتا، وہ اپنی تخلیقی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ نہیں ہوتا۔ ان کے نزدیک ادب میں سب سے پہلے **ادبیت** کو مرکزی حیثیت حاصل ہونی چاہیے، اور اس کے بعد ہی دیگر عناصر کی اہمیت پر غور کیا جا سکتا ہے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ ادب کی روح زندگی کے ساتھ اس کے گہرے تعلقات سے پروان چڑھتی ہے۔ سرور صاحب ادب کو نہ محض ذہنی مشغولیت یا عیاشی کا ذریعہ سمجھتے تھے، نہ ہی اسے کسی نظریاتی یا اشتراکی مقصد کی تکمیل کا آلہ۔ اپنے مضمون "ادب اور نظریہ" میں انہوں نے لکھا:

"فن اس طرح افادیت نہیں بخشتا جیسے ہنر بخشتا ہے۔ فن حسن پیدا کرتا ہے، اور اسی حسن کے ذریعے خوشی، بصیرت اور روحانی لذت عطا کرتا ہے۔ صرف فکر و تدبر کی روشنی سے فن کا چراغ روشن نہیں ہوتا، بلکہ یہ ایک فانوس کی مانند ہے جو شمع کی روشنی کو نہ صرف تابناک بلکہ دلکش اور پرکشش بناتا ہے۔(4)"

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 29, 2025

سرور صاحب بارہاٹی ایس ایلیٹ کے اس قول کو دہراتے رہے کہ ادب کی عظمت کو محض ادبی اصولوں کی روشنی میں پرکھنا کافی نہیں۔ان کے نزدیک سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ ادب سب سے پہلے ادب ہو،اور پھر اس کے بعد دیگر پہلوؤں پر غور کیا جائے۔وہ ادب میں انفرادیت،خارجیت،اور عصریت کو لازمی اجزاء مانتے تھے اور ادب کے سماج سے تعلق کو بھی تسلیم کرتے تھے،مگر کسی بھی قسم کے سماجی دباؤ یا جبر کو قطعی ناپسند کرتے تھے۔ان کی توجہ کا مرکز ہمیشہ ادب کے جمالیاتی حسن رہے۔خود سرور صاحب فرماتے ہیں:

"میں ادب کے جمالیاتی پہلوؤں کو سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہوں۔(5)"

عملی تنقید میں بھی ان کی نظر ہمیشہ حسنِ تخلیق،جمالیاتی نکھار،اور فن کے لطیف پہلوؤں پر مرتکز رہی،جو ان کے تنقیدی فلسفے کا لازمی حصہ تھے اور ادب کو صرف علم یا معلومات کا ذریعہ نہ سمجھنے کی ان کی فکر کی عکاسی کرتی تھی۔

3۔ممتاز شیریں:

ممتاز شیریں نے افسانہ نگاری،ترجمہ کاری اور تنقید کے شعبوں میں جو بے مثال خدمات انجام دیں،ان کی پذیرائی ہر گوشے و ہر محفل میں کی جاتی ہے۔ان کی تخلیقات میں تخیل کی تازگی،اسلوب کی انفرادیت اور گہری فکری بصیرت انہیں اردو ادب میں ایک ممتاز مقام عطا کرتی ہیں۔ایک اہلِ نظر نقاد کے طور پر،وہ ہمیشہ نئے فکر و دریافت کی بنیاد پر ادب کو آگے بڑھانے کی کوشش کرتی رہیں۔

وسیع القلب اور متجدد ذہن کی حامل ممتاز شیریں کی تحریریں نہ صرف ادب کے جمالیاتی معیار کو بلند کرتی ہیں بلکہ معاشرتی اور عصری مسائل پر بھی گہری روشنی ڈالتی ہیں۔وہ اس بات پر زور دیتی تھیں کہ تخلیق کار کو ایسے الفاظ کا انتخاب کرنا چاہیے جو علم و عمل کی بلندیوں تک پہنچ سکیں۔ان کا فکر نہ صرف محدود معاشرتی حلقوں تک محدود رہا بلکہ اس نے کائناتی و آفاقی سوالات کو بھی اپنے دائرے میں سمویا۔

اپنے تنقیدی محاکموں کے ذریعے،وہ قاری کے اندر زندگی کے اصول و اقدار کے شعور کو بیدار کرنے میں کامیاب رہیں۔اردو زبان و ادب کے فروغ اور آفاقی اقدار کے تحفظ کے لیے ان کی خدمات ادب کی تاریخ میں ایک نمایاں اور لازوال سنگِ میل کے طور پر روشن ہیں۔

4۔گوپی چند نارنگ:

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 29, 2025

اردو فکشن کی تنقید میں گوپی چند نارنگ کا شمار ایک نظریہ ساز اور بصیرت کے حامل نقاد کے طور پر کیا جاتا ہے۔ انہوں نے نہ صرف ادبی نظریات کی ترویج میں بلکہ عملی تنقید کے میدان میں بھی نمایاں خدمات انجام دیں، اور اپنی تنقیدی کاوشوں کے ذریعے اردو ادب کے خزانے میں قیمتی اضافہ کیا۔ ابتدائی دور میں نارنگ نے نئی کہانی کے جدید اسلوب اور علامتی انداز کی حمایت کی، مگر جلد ہی انہوں نے علامت، ابہام اور بے معنویت کے ممکنہ نقصان کا ادراک کیا۔ بعد ازاں، انہوں نے پریم چند، بیدی، منٹو اور عصمت چغتائی جیسے ادیبوں کی روایت کو 1970ء کے بعد کے افسانوی تجربات سے مربوط کرنے کی کوشش کی، جسے روایت کی بازیافت کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ فکشن کی تنقید میں 1970ء اور 1980ء کے بعد گوپی چند نارنگ نہ صرف نظریاتی مضامین لکھتے رہے بلکہ عملی تنقیدی سرگرمیوں میں بھی بھرپور حصہ لیتے رہے۔ ایک نقاد کے طور پر ان کی بصیرت کی جھلک یوں بیان کی گئی ہے:

"نارنگ نے قدیم شعرا جیسے انیس، ترقی پسند پیشوا جیسے جوش، اور جدیدیت کے علمبردار ساتھیوں و بانیوں کے بارے میں اپنے تنقیدی طریقہ کار کو بروئے کار لایا اور ہر جگہ وقت و مکان کا جائزہ لیا۔ انہوں نے دیگر جدید نقادوں کی طرح محض نظریاتی دوری کی بنا پر ماضی قریب کے اکتسابات کو رد نہیں کیا بلکہ اپنے نقطہ نظر سے دست بردار ہوئے بغیر متوازن اور اسلوبیاتی تنقید پیش کی۔"(6)

نارنگ نے قومی سطح پر اہم سیمینار منعقد کیے، جن میں اردو افسانے اور ناول کی روایت، اس کی توسیع، اور فن کے مختلف پہلوؤں پر تفصیلی گفتگو ہوئی۔ ان نشستوں نے نئے لکھاریوں کو یہ موقع فراہم کیا کہ وہ افسانوی روایت، فن کے تقاضے اور تخلیقی مسائل پر کھل کر بات کریں اور شبہات دور کریں۔ یہ سیمینار اردو فکشن کی تاریخ میں ایک سنگِ میل کے طور پر یاد کیے جاتے ہیں۔

گوپی چند نارنگ کے اہم مضامین میں شامل ہیں:

- "افسانہ نگار پریم چند: تکنیک میں آئرنی کا استعمال"
- "منٹو کی نئی پڑھت: متن ممتا اور خالی سنسان جڑیں"
- "بیدی کے فن کی استعاراتی اور اساطیری جڑیں"
- "انتظار حسین کا فن: متحرک ذہن کا سیال سفر"
- "نیا افسانہ: علامت، تمثیل اور کہانی کا جوہر"

یہ مضامین ادب کے طالب علموں کے لیے نئے فکری مباحث کی روشنی فراہم کرتے ہیں اور اردو فکشن کی فکری ترقی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 29, 2025

پروفیسر گوپی چند نارنگ کا میدانِ سخن و تنقید بنیادی طور پر نظریہ و تھیوری ہے، لیکن ان کی شان یہ ہے کہ وہ نظریاتی مباحث کو متن کے باریک بین اور خیال انگیز تجزیے سے ہم آہنگ کرتے ہیں۔ وہ تھیوری کی تشریح میں کبھی یک رخی یا صرف فنی اصطلاحات کے جال میں نہیں پھنسے، بلکہ سلیس اور فہم طلب انداز اختیار کرتے ہیں تاکہ قارئین کی رہنمائی میں کوئی ابہام نہ رہے۔ ان کے نظریاتی مطالعے، چاہے کتنے ہی پیچیدہ کیوں نہ ہوں، ہمیشہ اردو کے مخصوص تنقیدی محاورے اور اسلوب کے ساتھ مربوط رہتے ہیں۔

نارنگ صاحب نے تھیوری کے نئے امکانات کو عملی تنقید میں نافذ کرتے ہوئے شاعری اور افسانے کے جدید رجحانات، اور متعدد نمائندہ شعراء و افسانہ نگاروں پر گراں قدر اور بنیادی نوعیت کا کام انجام دیا۔ اس سلسلے میں میر انیس اور اقبال کے اسلوبیاتی مطالعے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انیس کے اسلوب پر ان کے تجزیے کو پوری انیس شناسی میں ایک شگفتہ اور معرکہ آرا دستاویز شمار کیا جاتا ہے۔

ان کے تجزیاتی طریقہ کار میں میر انیس اور دبیر کے اسالیب کا باریک بینانہ موازنہ، دبیر کے اسلوب پر انیس کی ترجیح کی وجوہات کا معروضی تعین، اور مجموعی طور پر میر انیس کی ادبی قدر و قیمت کی ادراک جیسی تنقیدی بصیرتیں شامل ہیں، جو انہیں اردو تنقید میں ایک منفرد اور سربرآوردہ مقام عطا کرتی ہیں۔ اسی طرح، ان کا اسلوبیاتی مطالعہ میر نہی کی تخلیقات میں بھی نئی جہات روشن کرتا ہے۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ راجندر سنگھ بیدی اور انتظار حسین کے متعلق ان کے مضامین نے اردو فکشن کی تنقید میں بھی انہیں اعلیٰ مقام بخشا۔ پروفیسر نارنگ کی تحریریں، خواہ شاعری کے موضوع پر ہوں یا افسانے کے، ہر صورت مدلل، روشن، اور مربوط ہوتی ہیں۔ ان کی یہ وضاحت اور ربط ان کے مافی الضمیر کے اظہار اور زبان پر مضبوط گرفت کا عکاس ہے۔ آج کے الجھے اور پیچیدہ تنقیدی ذہنوں کے ماحول میں یہ صفت بلاشبہ ایک انمول تحفہ اور نعمت ہے۔(7)

5۔ وزیر آغا:

وزیر آغا نے اردو تنقید میں روایت شکنی اور نوآوری کا جو راستہ اختیار کیا، وہ عام روایتی نقادوں سے یکسر مختلف تھا۔ انہوں نے ادب کو محض جمالیاتی یا بیانی زاویے سے نہیں دیکھا، بلکہ اسے تہذیب، ثقافت، نفسیات اور دیومالا کے تناظر میں پرکھا۔ اردو ادب کی جڑوں کی تلاش میں وزیر آغا قدیم تاریخ کی گہرائیوں تک غوطہ زن ہوئے، جس پر بعض ناقدین نے تنقید کرتے ہوئے کہا کہ ان کا مطالعہ حقیقت سے کٹ کر خیالی منظرنامے کی جانب مائل ہے، لیکن اسی منفرد زاویہ نگاہ کی ستائش کرنے والے بھی کم نہ تھے۔ وزیر آغا نے دیومالائی قصص اور کہانیوں کے ذریعے انسانی ذہن کے قدیم نمونوں کی نشاندہی کی، جو نسل در نسل منتقل ہوتے ہوئے انسانی لاشعور

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 29, 2025

کا حصہ بن چکے ہیں۔ان کی تنقید میں اجتماعی لاشعور کا عنصر نمایاں ہے، جس کی بدولت وہ مختلف فنکاروں کی تخلیقات پر نیا زاویۂ نگاہ پیش کرنے میں کامیاب ہوئے۔

میراجی کے بارے میں وزیر آغا کہتے ہیں کہ چونکہ وہ اپنی زمین اور ثقافت سے جڑا ہوا تھا،اس کے لاشعور میں ماضی کی روایات کے اثرات نمایاں تھے،جو اس کی نظموں میں واضح طور پر جلوہ گر ہوئے۔ادبی نقاد انور سدید نے وزیر آغا کی تنقید پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا:

"وزیر آغا ندرت بیان، ندرت ادا اور ندرت اظہار میں مہارت رکھتے ہیں۔انہوں نے لسانیات، منطق اور ریاضیات کے ذریعے نفسیات کو نئی فکری بلندی عطا کی ہے اور اس میں دانشورانہ شدت وصلابت پیدا کی ہے جو کسی بھی سائنسی علم کا طرہ امتیاز ہے۔انہوں نے زبان،ادب اور ثقافت کے روایتی تصورات کی بت شکنی کی ہے۔ وزیر آغا ادبی مہارت اور روایت شناسی کے حامل نقاد ہیں۔وہ خلاقانہ تنقید کے مالک اور تنوع پسند فلسفیانہ نظر کے حامل ہیں۔"(8)

وزیر آغا کی یہ روش اور فکر نہ صرف تنقیدی میدان میں ان کا منفرد مقام ثابت کرتی ہے بلکہ اردو ادب کی گہرائیوں کو سمجھنے میں بھی رہنمائی فراہم کرتی ہے۔

6۔سلیم احمد:

اردو ادب میں سلیم احمد کی شخصیت ایک نادر اور منفرد مقام کی حامل ہے۔وہ علمی وسعت، گہری بصیرت اور دقیق مشاہدے کے مالک تھے، جنہوں نے نہ صرف تخلیقی دنیا میں اپنا لوہا منوایا بلکہ تنقیدی اور فکری محافل میں بھی نمایاں خدمات انجام دیں۔وہ شاعر، نقاد، ڈرامہ نگار اور کالم نگار کی حیثیت سے اردو ادب کے ہر رنگ کو اپنی تحریروں میں جلا بخشتے رہے،اور ان کی شخصیت کو ادبی مفکر کے طور پر بھی ہر سطح پر تسلیم کیا جاتا ہے۔

سلیم احمد کی تنقید میں اسلوب کی نزاکت اور معنی کی گہرائی یکجا ہو کر ایک منفرد ادبی رنگ پیدا کرتے ہیں۔ان کی تحریروں میں تخلیقی اور فکری بصیرت نمایاں ہے،اور ان کی شاعری خیال کی ندرت اور موضوعات کی تنوع سے بھرپور ہے۔تنقیدی لحاظ سے وہ عمومی نظریات اور روایت کے دائرے سے ہٹ کر اپنے فکری زاویۂ نگاہ کو پیش کرتے ہیں، جس کے سبب انہیں بعض اوقات اختلاف رائے اور تنقیدی مزاحمت کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ان کے ہم عصر نقاد اور ادبی محققین نے ان کی خدمات کو بلند مرتبہ تسلیم کیا ہے۔ڈاکٹر سہیل احمد خان کہتے ہیں:

"سلیم احمد کی تنقیدی تحریریں میرے لیے،ایک عام قاری کی حیثیت سے، ہمیشہ توجہ کا محور رہی ہیں۔وہ ایسے نقاد ہیں جنہیں بار بار پڑھا جا سکتا ہے اور ان کی بصیرت سے فکری وادبی مسائل پر رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔اردو کے دیگر نقادوں کے بارے میں یہ بات اتنی آسانی سے نہیں کہی جا سکتی۔سلیم احمد کی تحریروں کا مکالماتی اور باتونی لہجہ ان کی تحریروں کو خاص بناتا ہے،اور میں ان کے سوالات کو اس دور کے اہم فکری سوالات سمجھتا ہوں۔"(9)

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 29, 2025

اسی طرح ڈاکٹر تحسین فراقی فرماتے ہیں:

"محمد حسن عسکری کے بعد اگر اردو تنقید میں کسی نقاد پر نگاہ ٹھہرتی ہے جو ہمیں نئے ادبی، علمی اور تہذیبی سوالات سے روشناس کراتا ہے اور مدرس نقاد کی محدودیت سے محفوظ رکھتا ہے، تو وہ سلیم احمد ہیں۔"(10)

سلیم احمد کی تحریریں اور تنقیدی فکر اردو ادب کے افق کو وسعت دینے والی روشنیاں ہیں، جو ہر دور کے قارئین اور نقاد کے لیے رہنمائی کا سرچشمہ ہیں۔

7۔ پروفیسر خورشید الاسلام:

خورشید الاسلام نہ صرف شاعر ہیں بلکہ نثر نگار بھی ہیں، اور ان کی نثر نگاری ان کی فکری بصیرت اور تنقیدی شعور کی روشن عکاس ہے۔ وہ اپنے عہد کے ممتاز نقادوں میں شمار کیے جاتے ہیں اور ان کی تنقیدی تحریریں اس بات کی غمازی کرتی ہیں کہ وہ شاعر و نقاد دونوں صفتوں میں یکساں مہارت رکھتے ہیں۔ ادب اور فن کے گوشوں میں نئی جہات کی کھوج کرنا ہی ان کی صاحبِ تنقید ہونے کی دلیل ہے۔ خورشید الاسلام فن پاروں پر اپنی تنقیدی بصیرت کو بڑے پُر فریب، خوش آہنگ اور لطیف اسلوب میں بیان کرتے ہیں، جہاں تاثراتی اور جمالیاتی عناصر بدرجہ کمال جلوہ گر ہوتے ہیں۔ اگرچہ انہوں نے اصول تنقید پر باضابطہ کوئی کتاب تحریر نہیں کی، مگر ان کے مضامین میں ان کے فکری رجحان اور فن پاروں کی باریک بینی کی بھرپور جھلک نظر آتی ہے۔ ان کی تحریروں میں کبھی جمالیاتی لطافت نمایاں ہوتی ہے اور کبھی انشاء و بیان کی نرمی اور دلکشی کا شائبہ محسوس ہوتا ہے۔ شارب ردولوی اس سلسلے میں رقمطراز ہیں:

"خورشید الاسلام اردو تنقید میں ایک پُر فریب اسلوب لے کر آئے۔ پُر فریب اسلوب اس لیے کہ ان کی تحریر پڑھ کر ایک ساتھ کئی رنگ و بو کے احساسات کا ادراک ہوتا ہے۔ کبھی ان کے مضامین محض انشائیہ کے انداز کے لگتے ہیں، کبھی تاثر کی گہرائی غالب آجاتی ہے۔ کبھی تشریحی رنگ واضح ہوتا ہے اور کبھی مادی، تاریخی اور سماجی حقائق کے پیش نظر کسی فن پارے کے اقدار کی تشخیص ایک منفرد اور خوشنما انداز میں نمودار ہوتی ہے۔"(11)

خورشید الاسلام کی تحریریں نہ صرف ادبی ذوق کو تازگی بخشتی ہیں بلکہ قاری کو فنی و فکری لحاظ سے بھی متحرک کرتی ہیں، اور اردو تنقید میں ان کے اسلوب و بصیرت کی ایک روشن مثال قائم کرتی ہیں۔

خورشید الاسلام نے فن پارے کے تعلق سے اپنے نظریہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ کسی فن پارے کی دوبارہ تخلیق کرنا اس بات کا مفروضہ ہے کہ نقاد تاثراتی تنقید کی ہر جہت سے ہم آہنگ ہے۔ مگر ساتھ ہی وہ اس بات پر بھی زور دیتے ہیں کہ فن پارے کی جانچ و پرکھ میں زمان و مکان کی ہم آہنگی اور قاری کی نفسیاتی

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 29, 2025

ہم آوائی بھی مد نظر رکھی جائے، جو خود ایک سائنٹفک اور عقلی اصول کی مانند روشن و نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ چونکہ تاثراتی تنقید میں نقاد خود ایک تخلیق کار بن جاتا ہے، اس سے اسے جمالیاتی لذت و مسرت ضرور حاصل ہوتی ہے، لیکن فن پارے کی حقیقی خوبصورتی و کمال ہر گز مکمل طور پر آشکار نہیں ہوتا، اور اس پر منصفانہ رائے قائم کرنا ہمیشہ ممکن نہیں رہتا۔ خورشید الاسلام کے تاثراتی و تنقیدی نظریات کو ان کے الفاظ میں سمجھنا آسان ہے۔

انہوں نے حالی کی شخصیت کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

"حالی کی شخصیت میں وہ لطافت موجود تھی جو بچی چاندنی میں ہوتی ہے۔ اگر اس میں کوئی ملاوٹ ہوتی بھی، تو اسے غالب کی رچی ہوئی زندگی، شیفتہ کی سادگی اور غدر کے سانحہ نے تپا کر صاف کر دیا تھا۔ زندگی میں انہیں وہ لذت اور عیش کبھی حاصل نہ ہوا جس سے نفس بیدار ہوتا اور نفسیات پروان چڑھتی۔ ان کا دل انسانوں اور شہروں کی محبت سے معمور تھا، اور چند اچھے لمحوں کی یادیں ان کے سینے میں ایسی محفوظ تھیں جن کے رس سے انہوں نے یادگار غالب جیسی تخلیق تخلیق کی۔"(12)

اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ خورشید الاسلام نہ صرف تاثراتی تنقید کے علمبردار ہیں بلکہ وہ فن پارے کی تخلیق و جمالیات کی باریک بینی سے فہم و شعور پیدا کرنے میں بھی نہایت ماہر ہیں۔

8۔ ڈاکٹر جمیل جالبی

ڈاکٹر جمیل جالبی کی فکری وسعت اور ان کے تجزیاتی اندیشہ کی انصاف پسندی انہیں اردو تنقید کی افلاک میں ایک بلند مقام عطا کرتی ہے۔ ان کے علمی و ادبی تاثرات نہ صرف دل و دماغ کو متحیر کرتے ہیں بلکہ قاری کے اندر سکون اور اطمینان بھی پیدا کرتے ہیں۔ ایک نیک و پاک انسان، ممتاز مصنف اور باذوق نقاد کی یہ خاصیت سب سے نمایاں مسندِ نشانی ہے۔ جالبی صاحب کی تحریروں میں نہ صرف عصرِ حاضر کے تہذیبی و ادبی رجحانات کی حقیقت نگاری ملتی ہے بلکہ ان کے فکر انگیز تجزیے اور مفہوم شناسی کا شعور بھی آشکار ہوتا ہے۔ اگرچہ بعض اوقات قاری ان کی رائے سے مکمل اتفاق نہ کرے، پھر بھی ان کی تنقیدی بصارت اور وضاحتی قوت کے اعتراف کے سوا چارہ نہیں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی اپنے سلیس و روان بیان، باریک بین فہم اور ادبی ذوق کی بنا پر جدید اردو تنقید میں ایک ممتاز و منفرد شخصیت کے طور پر معروف ہیں۔ اردو ادب کی میراث میں ان کی کتاب "تنقید اور تجربہ" ایک قیمتی اضافہ ہے، جو فکری و علمی اعتبار سے ایک نہایت معیاری دستاویز شمار کی جاتی ہے۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 29, 2025

"جمیل جالبی نئے لکھنے والوں میں چند نایاب افراد میں سے ہیں جن کی تحریر میرے لیے معنی رکھتی ہے۔ میرے اپنے خیالات کے گوشے مجھ پر واضح نہ ہوتے اگر جمیل کی تحریر میں میرے سامنے نہ ہوتیں۔ وہ میرے لیے ایک حقیقی زندہ معاصر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس مجموعہ کے مضامین صرف ادبی و تنقیدی نہیں ہیں، بلکہ جمیل نے انھیں زندگی کے ساتھ مربوط کرنے کی بے مثال کوشش کی ہے۔ اس دور میں جب ادب کی روح زرد ہو کر سڑے تالاب کی مانند ہو رہی ہے، وہاں زندگی کے تازہ آب کا یہ جملہ ہر لحاظ سے مستحسن اور قابل تقلید ہے۔"(13)

9۔ شمس الرحمن فاروقی

شمس الرحمن فاروقی اردو تنقید کے معتبر و توانا ستون ہیں، جن کے جدید تنقیدی افکار میں مغربی ادبی مطالعہ کی گہری جھلک نمایاں ہے۔ ان کی تحریروں میں علم و بصیرت کی بھرپور توانائی، فکر کی ژرفائی، اور ادبی اعتماد و اعتقاد کی آشکار دلیل ملتی ہے، جو بلاشبہ مغربی ادب کے جامع مطالعے کا ثمر ہے۔ ان کی تنقیدی بصیرت، فکری وسعت اور علمی قوت کا اعتراف نہ کرنا، کم فہمی اور عناد کے مترادف ہوگا۔ ڈاکٹر صفدر فاروقی لکھتے ہیں:

"شبلی کے بعد اعظم گڑھ کے مردم خیز علاقے سے اردو ادب کو ایک اور بلند پایہ شخصیت میسر آئی، جس نے اپنے وسیع مطالعہ، ژرف غور و فکر، مدلل بیان اور مسلسل تلاش و تحقیق کے ذریعے ایک ایسا مقام پیدا کیا کہ اس کا جادو خود بول اُٹھا۔ یہ عہد ساز شخصیت شمس الرحمن فاروقی ہے، جس کی تنقیدی مہارت کا اعتراف اردو ادب کے ممتاز ناقدین کلیم الدین احمد اور محمد حسن عسکری نے بھی کیا۔"(14)

فاروقی کی تحریریں نہ صرف تنقیدی معیار کو بلند کرتی ہیں بلکہ اردو تنقید میں نئے زاویہ نگاہ، تجزیاتی روش اور مغربی نظریات کی ہم آہنگی کا روشن نمونہ بھی پیش کرتی ہیں۔ ان کی کتابت، فکر اور بیان کی کشادگی انہیں اردو ادب کے جدید نقادوں میں ممتاز اور منفرد مقام عطا کرتی ہے۔

شمس الرحمن فاروقی اردو ادب کے جدید ذہن اور نئی نظریہ کے جستجو گر اہم نقاد ہیں۔ انہوں نے نظریاتی اور عملی تنقید میں اپنی منفرد بصیرت، ژرف غور و فکر، اعتماد اور استحکام کے ساتھ ایک نمایاں مقام حاصل کیا ہے۔ ان کی تمام تنقیدی تحریروں میں چاہے وہ لفظ و معنی کی باریکی ہو، شعر و نثر کا تجزیہ ہو، افسانوی تخلیق کی تائید یا اندازِ گفت و گو کی وضاحت، ہر معاملے میں ان کا انداز بیان روشن، واضح اور قطعی ہے، جس میں الجھاؤ یا پیچیدگی کا کوئی عنصر نہیں پایا جاتا۔ فاروقی بار بار اس بات پر زور دیتے ہیں کہ شاعری میں ابہام ایک خوبی ہو سکتی ہے، لیکن تنقید میں یہ ایک مہلک خامی ہے۔ تنقیدی متن میں غیر واضح انداز یا ابہام سے اصل مفہوم گھٹ جاتا ہے اور قاری کی فہم کی راہ میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ ان کے عملی تنقیدی کارناموں میں غالب کی شاعری پر تحقیقی مطالعہ اور شرح میر کے چار جلدی مجموعے شامل ہیں، جو

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 29, 2025

تنقیدی دنیا میں بے مثال دستاویزات شمار کیے جاتے ہیں۔ان میں انہوں نے ہیئت، اسلوب، علامت، پیکر شعریت اور ابہام کے مسائل کو تفصیل اور علمیت کے ساتھ واضح کیا ہے، جو اردو تنقید کے لیے ایک مستند خزانہ ہیں۔

فاروقی نے یہ بھی واضح کیا کہ نثری ادب کو شاعری کے مقابلے میں کم مرتبہ نہیں سمجھنا چاہیے، اور نئی شاعری، اگرچہ پرانی شاعری کے مقابلے میں زیادہ ذہن کو متاثر کرتی ہے، دل کو بھی اپنی تاثیر سے محروم نہیں کرتی۔ان کے نزدیک تنقید محض ذوق کی ضمنی پیداوار نہیں، بلکہ ایک سنجیدہ علم ہے، جس میں کسی قسم کی مبہم گوئی یا گول مول بات کی گنجائش نہیں ہونی چاہیے۔نورالحسن نقوی شمس الرحمن فاروقی کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"شمس الرحمن فاروقی ہماری زبان کے قد آور نقاد ہیں۔تنقید کے میدان میں قدم رکھے، انہیں زیادہ عرصہ نہیں گزرا، لیکن اس مختصر سے عرصے میں انہوں نے بہت لکھا اور بہت خوب لکھا۔ "(15)

10۔ڈاکٹر حامد حسن قادری

پروفیسر حامد حسن قادری اردو زبان وادب کے معتبر مؤرخ اور فاضل دانشور ہیں۔ان کی تصنیف **"تاریخِ داستانِ اردو** "اردو نثر کی جواہر نایاب میں شمار ہوتی ہے، جو ان کی ژرف تحقیق، دقیق مشاہدہ اور علمی بصیرت کا روشن آئینہ ہے۔اس اثر میں زبان وادب کے گوشہ وکنار پر تحقیق وتجزیہ کی عمیق جھلک ملتی ہے، اور یہ واضح ہوتا ہے کہ مصنف نے نہ صرف تاریخ نگاری کی بلکہ ادبی شعور کو بھی علمی بنیاد پر پرکھا ہے۔پروفیسر قادری نے اپنی دیگر تصانیف و مضامین میں زبان وادب کے متنوع پہلوؤں اور فکری مسائل پر تحقیقی روشنی ڈالی ہے۔ان کی مشہور کتابیں "تاریخ وتنقیدِ ادبیاتِ اردو"، "نقد و نظر"، "آثرِ حجم "اور "کمال داغ کے دو آئین کا انتخاب " ہیں، جو نہ صرف تفصیلی مقدمات پر مشتمل ہیں بلکہ علمی وتنقیدی گہرائی میں بھی بے مثال ہیں۔اس کے علاوہ، مختلف رسائل ومجلات میں تحریر کیے گئے ان کے تحقیقی مضامین ان کی فکر وبصیرت کی بلندائی کا پتا دیتے ہیں اور اردو تنقید کے لیے ایک قیمتی سرمایہ ہیں۔

پروفیسر قادری قدامت پسند اور روایت پرست نظریات کے حامل ہیں۔وہ خود اپنی فکری پوزیشن کے بارے میں لکھتے ہیں:

"میں اپنے بڑھاپے کی نسبت سے نہ صرف قدامت پسند بلکہ قدامت پرست ہوں۔میں اپنے مذہب، اخلاق ومعاشرت، ادب اور شاعری میں کٹر نظریات رکھتا ہوں۔میرے نزدیک میرا مذہب الہامی ہے، میری تہذیب توفیقی ہے اور میرا شعر وادب روایتی ہے، اور ان میں سے کسی بھی پہلو پر اپنا نظریہ بدلنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔"(16)

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 29, 2025

یہ اعتراف ان کے تنقیدی مزاج اور فکری موقف کی وضاحت کرتا ہے، جہاں روایت پرستی ہر تحریر میں واضح و نمایاں ہے، مگر اس کے باوجود ان کے خلوص، علمی دیانت اور تنقیدی انصاف میں کوئی کمی نہیں۔ ان کے فکری رجحانات اور نفسیاتی میلانات نے انہیں اس راہ پر گامزن رکھا، اور ان کی تنقیدی تحریروں میں قدیم و روایت پسندانہ اثرات بے کم محسوس کیے جا سکتے ہیں۔

حوالہ جات:

1۔ سلیم احمد، محمد حسن عسکری، کراچی: مکتبہ اسلوب، 1982ء، ص10
2۔ ابوالکلام قاسمی، مشرق کی بازیافت، علی گڑھ "نئی نسلیں پبلی کیشنز، 1982ء، ص19
3۔ آل احمد سرور، نظر اور نظریے، نئی دہلی: قومی کونسل فروغ اردو، 2011ء، ص59
4۔ نواب کریم، ڈاکٹر، اردو ادب کے تین نقاد، پٹنہ: پٹنہ لیتھو پریس، 1977ء، ص119
5۔ ایضاً، ص121
6۔ ابوالکلام قاسمی، شہریار، گوپی چند نارنگ شخصیت اور ادبی خدمات، نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، 2011ء، ص11
7۔ ایضاً، ص16
8۔ مناظر عاشق ہریانوی، ڈاکٹر، تنقید کا نیا منظر نامہ، دہلی: عفیف آفسٹ پرنٹرس، 2008ء، ص8
9۔ جمال پانی پتی، مضامین سلیم احمد، کراچی: اکیڈمی بازیافت، 2009ء، ص25
10۔ ایضاً، ص31
11۔ ظفر گلزار، ڈاکٹر، خورشید الاسلام-ایک شاعر ایک ناقد، دہلی: عرشیہ پبلی کیشنز، 2015ء، ص160
12۔ ایضاً، ص163
13۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، تنقید اور تجربہ، نئی دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 1989ء، ص17
14۔ نشاط فاطمہ، ڈاکٹر، جدید اردو تنقید کا تجزیاتی مطالعہ، کلکتہ، اثبات و نفی پبلی کیشنز، 1998ء، ص111
15۔ ایضاً، ص112
16۔ حامد حسن قادری، ڈاکٹر، تاریخ و تنقید، آگرہ: لکشمی نرائن اگروال، 1956ء، ص112

OPEN ACCESS
CC BY